1951 (58)
(P)
U

राष्ट्रीय अभिलेखागार पुस्तकालय
NATIONAL ARCHIVES LIBRARY
भारत सरकार
Government of India
नई दिल्ली
New Delhi

1620/1012

आह्वानांक Call No.

अवाप्ति सं० Acc. No. 1951

IMPERIAL RECORD
RECEIVED
1 SEP 1930
DEPARTMENT

آہ بیکس

آزادی کی لہر

حقوق لینگے تمام اپنے عدو سے تخت اور تاج لینگے
غلام بنکر نہیں رہینگے ہم اب تو کامل سوراج لینگے

یہی تمنا یہی ہے خواہش یہی ہے ارماں یہی ارادہ
سوراج لینگے سوراج لینگے سوراج لینگے سوراج لینگے

بھائی شیو پرشاد سنگل جگادھری

Azadi ki lehar by Shiv Parshad Singal

NATIONAL ARCHIVES LIBRARY
1951
No.
Date 19.1.74
GOVT. OF INDIA

آہنگ یعنی نوجوانوں کی ترنگ

ابھی زیرِ طبع ہے اور اُمید ہے کہ ماہ مارچ کے شروع ہفتہ میں چھپ کر تیار ہو جاویگی جسکی قیمت و حجم اِس کتاب کے برابر ہی ہوگا۔ صرف نظمیں اِس کتاب سے علیحد[illegible] ہونگی۔ جو شخص اِن کتابوں کو خرید کریں گے۔ وہ پریس اور پریس کے کارکنوں کی حوصلہ افزائی ہی نہیں کریں گے۔ بلکہ ملک کی خدمت بھی کریں گے کیونکہ اِن کتابوں کی آمدنی کا نصف حصہ کانگرس فنڈ میں دیا جاوے گا۔ دوسرے آپکے خیالات ملک کی خدمت کی طرف نظموں سے پڑھکر راغب ہونگے جب آپ لوگ ملک خدمت اچھی طرح کر سکینگے۔ اسلیئے میں اُمید کرتا ہوا آپ صاحبان سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ ضرور اِن کتابوں کو خرید کر سیوک کی حوصلہ افزائی میں حصہ لیں گے۔

بھائی شیو پرشاد گل منیجنگ پروپرائٹر کرشنا پریس جگادھری۔

اوم

بھارت ماتا کی جے

بندے ماترم

سوراج ہمارا پیدائشی حق ہے

ہندوستان ہندونیوں کیلئے

ہے

آہ بیکس عرف آزادی کی لہر

دیکھ لینا آہ کا خالی اثر جاتا نہیں ‏ ‏ ‏ آہ کی بجلی سے پتہ تک نظر آتا نہیں

جسمیں

ملک بھر کے شاعران شیریں سخن کی قومی جذبات سے بھری ہوئی بہترین نظموں کا

انتخاب کر کے

بھائی شیو پرشاد منیجنگ پروپرائٹر دی کرشنا پرنٹنگ پریس جگادھری نے

اپنے مطبع میں چھاپ کر

پبلک میں قومی اور ملکی آزادی کے جذبات پیدا کرنے کی غرض سے شائع کی

بار اول ۵۰۰

قیمت صرف ۴ر

کٹیں گی مادر بھارت کی یارب بیڑیاں کبتک

(از کامریڈ بھارتی) المتخلص شوقی کرتی امرتسر

رہیں گے بھیڑیئے بھیڑ دیکھئے یارب گلستاں کبتک
نہ جانے ہمکو تڑپائیگی یاد رفتگاں کبتک
رہیگا دست برد غیر میں ہندوستاں کبتک
غلامی کی شب تاریک کا کب خاتمہ ہوگا
ملینگے بلبل و گل سرو و قمری کب خدا جانے
بھرے جائینگے کبتک جیلخانے دیش بھگتوں سے
چلیں گی آندھیاں کبتک یہاں جبر و تشدد کی
نہ ہوگا بوریا بستر نہ جانے کب حکومت کا
رہیگا قوم انگلشیہ کا ہم پر کبتلک سایہ
سگ برطانیہ بھی لامحالہ ضرب کھائے گا!
رگ جاں میں کبھی تو خون غیرت موجزن ہوگا
مثل مشہور ہے عالم میں تنگ آمد بجنگ آمد
اگر ہے شوق آزادی تو اٹھو اور کمر باندھو

حفاظت دودھ اور گھی کی کرینگی بلیاں کبتک
بہائیگی لہو غم میں یہ چشم خونچکاں کبتک
بنیگا تختہ مشق ستم یہ بے زباں کبتک
خدایا شمس آزادی کا ہوگا ضوفشاں کبتک
رہیگی گلشن بھارت میں آخر یہ خزاں کبتک
سہینگے جور و استبداد مزدور و کساں کبتک
رہیں گے گرد آلودہ زمین و آسماں کبتک
کٹیں گی مادر بھارت کی یارب بیڑیاں کبتک
بسیں گی ہند کی اجڑی ہوئی یہ بستیاں کبتک
چبائینگے سگے ہماری ہڈیاں کبتک
سر افگندہ و پژمردہ دیکھئے نوجواں کبتک
سہیں گے ہند والے آخرش یہ سختیاں کبتک
سنے جائینگے اُن کے ظلم کی ہم داستاں کبتک

3

قومی گیت

بندے ماترم

سُوجلام - سُوپھلام - مل یج شیتلام - شسیہ شیاملام ماترم

بندے ماترم

شُبھر جوتسنا پُلکت یامنیم - پُھل کسمت دُرم دل شوبھیم سوہانیم

سومدہر بھاشنیم سکھدام - وردام ماترم

بندے ماترم

ترنش کوٹی کنٹھ کل کل ننادو کرالے

دو ترنش کوٹی بھجے دھرت کھر کربالے

کے بولے ماں   تومی ابلے!

بھُوبل دھارنیم - نمامی تارنیم - رپودل وارنیم - ماترم

بندے ماترم

تومی ودیا - تُمی دھرم - تومی ہردیہ - تُمی مرم - تُمی پران شریرے

باہُوتے - تومُی ماں شکتی ہردے - تومُی ماں بھگتی -

تُمھار پرتما گڑہی مندرے مندرے

تومی ہی دُرگا دش پرہرن دہارنی - کملا کمل دلی ہارنی بانی وِدّیا - دائنی نمامی توام

نامی کملام - املام - اتولام - سُوجلام - سُوپھلام - ماترم

بندے ماترم

شیاملام - سرلام سوسمتام - بھوشتام - دہرنیم - بھرنیم - ماترم

بندے ماترم

قومی جھنڈے کا گیت

جھنڈا اونچا رہے ہمارا !!

وجئی وشو ترنگا پیارا — جھنڈا اونچا رہے ہمارا

سدا شکتی برسانے والا — پریم سُدھا برسانے والا

جھنڈا اونچا رہے ہمارا

سوتنترتا کے بھیشن رن میں   لکھ کر بڑھے جوش کھشن کھشن میں
کانپے شترو دیکھ کر من میں   مٹ جاوے بھے سنکٹ سارا

جھنڈا اونچا رہے ہمارا

اس جھنڈے کے نیچے نربھے   لیں سوراجیہ یہ اوچل نشچے
بولو بھارت ماتا کی جے   سوتنترتا ہو دھیہ ہمارا

جھنڈا اونچا رہے ہمارا

آؤ پیارے ویرو آؤ   دیش دھرم پر بلی بلی جاؤ
ایک ساتھ سب مل کر گاؤ   پیارا بھارت دیش ہمارا

جھنڈا اونچا رہے ہمارا

اسکی شان نہ جانے پائے   چاہے جان بھلے ہی جائے
وشو وجے کر کے دکھلائیں   تب ہووے پرن پورن ہمارا

جھنڈا اونچا رہے ہمارا

وجئی وشو ترنگا پیارا

راشٹریہ نظمیں جو شہیدان کاکوری گایا کرتے تھے

(از رام پرشاد بسمل شہید کاکوری)

مرتے بسمل روشن لہری اشفاق اتیاچار سے
ہونگے پیدا سینکڑوں انکے رودھر کی دھار سے

وطن کی آبرو کا پاس دیکھیں کون کرتا ہے
سنا ہے آج مقتل میں ہمارا امتحاں ہوگا۔

جدا مت ہو مرے پہلو سے اے دردِ وطن ہرگز
نہ جانے بعد مردن میں کہاں اور تو کہاں ہوگا

شہیدوں کی چتاؤں پر جڑینگے ہر برس میلے
وطن پر مرنے والوں کا یہی باقی نشاں ہوگا

الٰہی وہ بھی دن ہوگا جب اپنا راج دیکھینگے
جب اپنی ہی زمیں ہوگی اور اپنا آسماں ہوگا

امتحاں سبکا کر لیا ہمنے۔ سارے عالم کو آزما دیکھا
نظر آیا نہ کوئی یار زمانہ میں عزیز!!
آنکھ جسکی طرف اُٹھا دیکھا

کوئی اپنا نہ نکلا محرم راز ہا جسکو دیکھا سو بے وفا دیکھا۔
الغرض سب کے ہیں زمانہ میں ہا اپنے مطلب کا آشنا دیکھا۔

نہ کسی کی آنکھ کا نور ہوں نہ کسی کے دل کا قرار ہوں
جو کسی کے کام نہ آ سکے میں وہ ایک مشت غبار ہوں

نہ دوائے درد جگر ہوں میں نہ کسی کی میٹھی نظر ہوں میں
نہ ادھر ہوں میں نہ ادھر ہوں میں نہ شکیب ہوں نہ قرار ہوں

میں نہیں ہوں نغمۂ جاں فزا اسے سن کے کوئی کرے گا کیا
میں بڑے بروگ کی ہوں صدا میں بڑے دکھی کی پکار ہوں

نہیں کسی کا ہوں ہر رہا نہ کسی کے دل میں کہیں ہوا
میں زمیں کے بیچ کا بوجھ ہوں اور فلک کے دل کا غبار ہوں

نہ میں کسی کا ہوں دلربا نہ کسی کے دل میں کہیں بسا
جو چمن خزاں سے اجڑ گیا میں اسی کی فصل بہار ہوں

پئے فاتحہ کوئی آئے کیوں کوئی شمع لا کے جلائے کیوں
کوئی چار پھول چڑھائے کیوں کہ میں بیکسی کا مزار ہوں

نہ اختر میں اپنا حبیب نہ اختروں کا رقیب ہوں
جو بگڑ گیا وہ نصیب ہوں جو اجڑ گیا وہ دیار ہوں

یہی پاؤ گے محشر میں زباں میری بیاں میرا
میں بندہ ہندوستاں کا ہوں ہندوستاں میرا

میں ہندی ٹھیٹ ہندی خون ہندی ذات ہندی ہوں
یہی مذہب یہی فرقہ یہی ہے خانداں میرا

میں اس اجڑے ہوئے بھارت کے کھنڈر کا ایک ذرہ ہوں
یہی بس ایک پتہ میرا یہی نام و نشاں میرا

قدم بوس ہوں در بھارت تیرے میں بیٹھتے اٹھتے
کہاں قسمت میری ایسی نصیب ایسا کہاں میرا

تری خدمت میں اے بھارت یہ سر جائے یہ جاں جائے
میں سمجھونگا یہ مرنا ہے حیاتِ جاوداں میرا

دیگر

سرفروشانِ وطن کو دیکھ تو مقتل میں ہے ملک پر قربان ہو جانیکا ارماں دل میں ہے
تیغ ہر ظالم کی اور گلا مظلوم کا ہا ہا
دیکھ لینگے حوصلے کتنے دلِ قاتل میں ہے

دیگر

اے نوجوانِ وطن اے نونہالانِ وطن
تم سے وابستہ ہر زیب و عظمت و شانِ وطن
گلشنِ قومی میں جب سے آئی ہے فصلِ خزاں
مضطرب ہیں اپنے دل میں سب محبانِ وطن
بار بار اس امر کے اظہار کی حاجت نہیں
تم پہ ہے روشن سبھی حالِ پریشانِ وطن ہا

اوم

بھارت ماتا کی جے — وندے ماترم

بھارت ماتا سب کی مائی سب ہندی ہیں بھائی بھائی
من میں بہائیں پریم کی گنگا ہندو مسلم سکھ عیسائی

ترانہ آزادی

از لالہ للتا پرشاد اختر سہارنپوری

قوم کا درد محبت قوم کے پیار نہیں ہے — ہے وہی آزاد جو ملکی گرفتار نہیں ہے
دیکھ اے مصروفِ لعب دیکھ اے عشرت پسند — تیری رسوائی زمانہ بھر کے بازار نہیں ہے
کیا ترے دل میں بھی ہے حبِ وطن دردِ وطن — تو بھی کیا اسکے گرفتار نہیں بیمار نہیں ہے
قوم کی آواز پر لبیک کر میداں میں آ — تیرا دعویٰ ہے تو باغیرت ہے خوددار نہیں ہے
گر سعادت مند ہے تو کاٹ اسکی بیڑیاں — مادرِ ہندوستاں بھی اب گرفتار نہیں ہے
ہوگئی کیا اسکی حالت قبضۂ اغیار میں — المدد اے اہلِ ہمت ہند لاچار نہیں ہے
گاہ بزمِ دعوتوں میں ہے گاہ بزمِ رقص میں — تو بھی اختر کس مرنے کا آدمی یار نہیں ہے

ہندوستان کے سرمایہ دار

وہ ہیں مار گنج اور کیا ہیں جہاں میں
ہیں ایسے ہی زردار ہندوستاں میں

جو عاجز ہیں فاقوں سے بھائی تو انہیں کیا
اگر قوم پر آفت آئی تو انہیں کیا۔

گھٹا قوم پر غم کی چھائی تو انہیں کیا
جو ہے ملک تنگ جاں سے تو انہیں کیا

نہیں کچھ زردار اور اہل ثروت
کہ حاصل ہے انکو بہت کچھ فراغت

انہیں ہاتھ کا میل ہے مال دولت
اڑاتے ہیں زر کو وہ مٹی کی صورت

وہاں بخل تھا یہاں ہے اسراف جاری
یہ ہیں قومی دولت کی نہریں ہماری

یہ سر دیکھئے ہونگی نہیں آزادیاں کب تک

(از مسٹر فیروز الدین صاحب منصور)

رہیگی ہند پر برطانیہ یوں کامراں کب تک
چچوڑیگی غریبوں کی چچوڑی ہڈیاں کب تک

ستم کی گرم بازاری فلک کی فتنہ پردازی
ستائیگا ہمیں یوں انقلاب آسماں کب تک

سہیں گے کب تلک ہم رنج بے نوائی کا
قفس میں کب تلک تڑپینگے ہم بے زباں ہو کر
گرینگی کب تلک جور و جفا کی بجلیاں ہم پر
ٹٹے جائینگے فلک کے کب تلک ہار آنسوؤں سے
رہیگی فاقہ مستی کب تلک افلاس و فاداری
ہٹینگے ہم صفیران چمن سے کب خدا جانے

اٹھائے جائینگے صدمے یہ جان ناتواں کب تک
فراق شاہد گل میں رہینگے خونچکاں کب تک
جلیں گی آتش غم میں ہماری استخواں کب تک
رہیگی بے اثر میری خدا آہ و فغاں کب تک
رہیگی بھوک سے بیجان جان ناتواں کب تک
بہار آئیگی کب تک دور ہوگی یہ خزاں کب تک

فدایان وطن تو ہیں پڑے مصروف جیلوں میں
میسر دیکھئے ہونگی انہیں آزادیاں کب تک

حال ناکامی قسمت آہ اے ہمدم نہ پوچھ
حسرتیں برباد ہیں تیغ ستم کے سامنے
مجھ کو ماتم ہر گھڑی میرا دل ناشاد ہے
دل سراپا یاس ہے اور میں سراپا درد ہوں

میرے دل کے آبلوں کی سرگذشت غم نہ پوچھ
آرزوئیں خاک ہیں جوش الم کے سامنے
لب پہ نالے ہیں دل خاموش میں فریاد ہے
اس چمن کی سبزیوں میں ایک رنگ زرد ہوں

شعلہ باری دل کے نالوں کی مرے خاموش ہے
خونچکانی آنکھ کی خاموشی جذبات سے
میری آہوں سے برستے ہیں شرار مستقل
داستان درد دل افسانہ خاموش ہے
اشک آنکھوں سے ٹپک کر زیب دامن ہو گئے

آہ کی آتش فشانی صد جراحت نوش ہے
ہر نظر محو سیاہی شب ظلمت سے ہے
میری آنکھوں سے بکھرتے ہیں دم آتش دل
زخم دل ہر ہر نفس یعنی جراحت نوش ہے
زخم دل حسرت پہ میری تا بہ امکاں ہو گئے

غم نصیبی سے فضائیں غم اثر ہوتی ہیں
خونچکانی سے ہوائیں منتشر ہوتی ہیں

پس مردن بھی ہو گا حشر میں یہی بیاں میرا

پس مردن بھی ہو گا حشر میں یہی بیاں میرا
میں ابن بھارت ہوں اک اجڑے ہوئے ہند کا ذرہ ہوں
ستمگاروں کے ہاتھ سے مرجھا گئے گلشن کے پودے

میں آپ بھارت کی مٹی ہوں یہی ہندوستاں میرا
یہی پورا یہ میرا بھی ہے گل نشاں میرا
میں اس گلشن کی بلبل ہوں یہی ہے گلستاں میرا

اگر یہ پران تیرے واسطے اے دیش نہ جاویں
میں تیرا ہوں سدا تیرا رہونگا باوفا خادم

تو اس ہستی کے تختے سے مٹے نام و نشاں میرا
تو ہی ہے گلستاں میرا تو ہی جنت نشاں میرا

میرے سینے میں بھرے پریم کی اگنی بھڑکتی ہے
نگاہوں میں میری بھارت ہی ہے کل جہاں میرا

سانس لینے کی بھی حاصل نہیں آزادی ہے

ہم نہ آزاد ہیں ہمکو نہ وہ آزادی ہے
ہم یہ کہتے ہوئے نکلے ہیں کہ آزادی ہے

آج عالم نظر آیا وہاں بربادی ہے
بیکسوں کی کبھی فریاد نہ سننے والے

ہم کو پابند ازل ہی سے کیا قدرت نے
انکی تقدیر بری انکی ہے تقدیر اچھی
اس زمانہ میں کچھ ایسے بھی ہیں شاعر بسمل

بندش قید غم و رنج سے بربادی ہے
قید میں تو وہ ہے قید کا جو عادی ہے

کل جہاں ہم نے یہ دیکھا تھا کہ آبادی ہے
اس کوشش نے کہ زمانہ تیرا فریادی ہے

سانس لینے کی بھی حاصل نہیں آزادی ہے
رہ گئے دنیا میں جنہیں فکر سے آزادی ہے

ہو گئے شاگرد جنہیں دعوی استادی ہے

پیغام حیات !!

اٹھو اے ہندی گیا اب وقت تیرے خواب راحت کا
کہ ہے رقصاں تری بالیں پہ ہنگامہ قیامت کا

گلستان وطن شاداب کر دے بارش خوں سے
کہ ہے محتاج باغ قومیت اس ابر رحمت کا

اگر پیدا ہو تجھ میں صرف احساس محکومی
بجھا دینا نہیں مشکل چراغ حاکمیت کا

تماشا دیکھ اہل مغرب کی تیغ غلامی کا
تپا ہے زمین ہند پر جسم آدمیت کا

غلامی اور آزادی میں کس درجہ تفاوت ہے
وہ ظلمت شام ذلت کی یہ جلوہ صبح عزت کا

فراز عرش پابوسی مری بر دار کے آگے
مجھے تخت اثری پر بھی گماں سدرہ کی رفعت کا

غلامی کے عوض میں لے نہ زیر سایہ آزادی
کہ ہے یہ دوسرا پہلو نظام حاکمیت کا

مٹا دو نقش محکومی نہاں لوح عالم سے
کہ ہے یہ دامن انسانیت پر داغ ذلت کا

بوقت جہد کھل جاتا ہے رنگ جذبۂ پنہاں
کہ ہے جوش عمل آئینہ دار انساں کی فطرت کا

علاج درد دل ہے مرہم زخم وطن ہونا
کہ الفت آشیانہ کی ہے شیوہ حسین ہونا

15

دور تک یادِ وطن آئی تھی سمجھانے کو

(از رام پرشاد بسمل شہید کاکوری)

ہم بھی آرام اٹھا سکتے تھے گھر پر رہ کر — ہم کو بھی پالا تھا ماں باپ نے دکھ سہ سہ کر
وقتِ رخصت انہیں اتنا بھی نہ آئے کہہ کر — گود میں آنسو کبھی ٹپکے جو رخ سے بہہ کر
طفل ان کو سمجھ لینا جی بہلانے کو۔

دیش سیوا ہی کا بہتا ہے لہو نس نس میں — اب تو کھا بیٹھے ہیں چتوڑ کے گڑھ کی قسمیں
سرفروشی کی ادا ہوتی ہیں یونہی رسمیں — بھائی خنجر سے گلے ملتے ہیں سب آپس میں
بہنیں تیار چتاؤں پہ ہیں جل جانے کو۔

نوجوانو جو طبیعت میں تمہارے کھٹکے — یاد کر لینا کبھی ہم کو بھی بھولے بھٹکے
آپ کے عضوِ بدن ہوویں جدا کٹ کٹ کے — اور صد چاک ہو ماتا کا کلیجہ پھٹ کے
پر نہ ماتھے پہ شکن آئے قسم کھانے کو

اپنی قسمت میں ازل سے ہی ستم رکھا تھا — رنج رکھا تھا محن رکھا تھا غم رکھا تھا!!
کس کو پروا تھی اور کس میں یہ دم رکھا تھا — ہم نے جب وادیٔ غربت میں قدم رکھا تھا

دور تک یاد وطن آئی تھی سمجھانیکو

اپنا کچھ غم نہیں پر یہ خیال آتا ہے — مادر ہند پہ کب تک یہ زوال آتا ہے

دیش آزادی کا کب ہند میں سال آتا ہے — قوم اپنی پہ تو رہ رہ کے ملال آتا ہے

منتظر رہتے ہیں ہم خاک میں مل جانیکو

مادر وطن سے

(از ہدف اجتہادی)

مادر ہند ذرا دیکھ یہ کیا کرتے ہیں — تیرے دو لخت دل آپس میں لڑا کرتے ہیں

دونوں بچے ہیں ترے مسلم و ہندو لیکن — حق اخوت کا کسی وقت ادا کرتے ہیں

ایک ہی گھر میں رہے ایک ہی گودی میں پلے — پھر بھی ایک دوسرے پر ظلم کیا کرتے ہیں

تو نے خون اپنا پلا کے پالا تھا دہی — ساتھ رہتے ہیں مگر دل میں جلا کرتے ہیں

خون دنیا کا سفید آج نظر آتا ہے — بھائی بھائی پہ شب و روز جفا کرتے ہیں

ان کو اک دوسرے پہ چاہئے جان دے دینا — کبھی آپس میں جھگڑتے تان لیا کرتے ہیں

جان دینا ہے تو غیروں کے گلے کٹوائیں
تیری آس میں تو ذرا بھی نہیں کوئی تقصیر
خود غرض ہیں جو سکھاتے ہیں وہ ایسی باتیں
تیری اولاد کے مخرب جو ہوں ان سب کو نکال
درد ہو دل میں تو رکھ انکے سر و سینہ پہ ہاتھ
اپنی چھاتی سے لگا ان کو گلے ملوائے

جو بہادر ہوں وہ یوں نام کیا کرتے ہیں
جو نالائق ہیں اُن کے وہ بُرا کرتے ہیں
جس سے دو بھائیوں کے خون ہوا کرتے ہیں
یہ نالائق تیرے ساتھ دغا کرتے ہیں
دیکھ تو تجھ کو بھی یہ حق تیرا ادا کرتے ہیں
مان جائینگے بڑوں کا تو کہا کرتے ہیں

ہو کہ اک دل یہ تیرے نام پہ مر جائینگے
ماں کی عزت نہ کرینگے تو کدھر جائینگے

جنت سے بھی عزیز ہے خاکِ وطن مجھے

(از مہاراج بہادر برقؔ)

مر کر ملی ہے چادر خاک وطن مجھے
بھارت کی گرد راہ ہے مشک ختن مجھے
چپ لگ گئی ہے اب نہیں تابِ سخن مجھے

مٹی نے اس زمیں کی دیا ہے کفن مجھے
جنت سے بھی عزیز ہے خاک وطن مجھے
مہر وطن ہے تیری جبیں کی شکن مجھے

چشم کرم ہے تجھ سے بت تیغ زن مجھے
روٹھی ہوئی نگاہ نہیں دل شکن مجھے

واں آ کے کیا فراق میں سیر چمن مجھے
غنچے دکھا رہے ہیں جبیں پر شکن مجھے

مٹ مٹ کے گرد راہ وطن بن رہا ہوں میں
پیسے ہزار گردش چرخ کہن مجھے

اکسیر ہے نظر میں مری خاکِ پاکِ ہند
اجڑا ہوا دیار ہے فخر زمن مجھے

سوز و گداز غم کا ہوں افسانۂ خموش
سمجھو برنگ ساز سراپا سخن مجھے

میں غنچۂ فسردہ ہوں گلزار دہر میں
باد بہار کر نہ سکی خندہ زن مجھے

لیتا ہوں حادثات زمانہ سے میں سبق
عبرت کا ہے مقام یہ دار المحن مجھے

میں ہو گیا ہوں گردش دوراں کا رازدار
اب انقلاب دہر نہیں دل شکن مجھے

چکرا رہا ہوں گردش چرخ کہن سے میں
مل جائے کاش فرصت یکدم زدن مجھے

پھر تیری خاک سرمۂ اہل نگاہ ہو
اے ہند پھر دکھا دے شان کہن مجھے

کعبہ میں بتکدہ میں کلیسا میں دہر میں
ہر جا نظر پڑا وہی جلوہ فگن مجھے

مقتل میں برق مجھے کشتۂ تیغ یار
تڑپا رہی ہے درد سے بانکی دلہن مجھے

درسِ عبرت

(از شاجد حسین، صاحب شوق کوش)

اے تغافل کیش رنگِ عالمِ فانی بھی دیکھ
حالِ استقبال کی تحریرِ طولانی بھی دیکھ
درسِ عبرت کا نشانہ ہے جو ہستی کی ہو
نکتہ چینی اب مجاذیبِ ستم کی چھوڑ دے
اپنے اعمالِ معصیت کوش پہ آنسو بہا
تازہ نسبت سے نہ کر نسبت کو تجھ دعا ہو
فطرتِ ہستی کے آئینہ میں مستقل پیش کر

شانِ تعمیرِ ہوس دیکھی ہے ویرانی بھی دیکھ
پھر اٹھا کر سرگذشتِ عمرِ نادانی بھی دیکھ
اے پریشان سبب وجہِ پریشانی بھی دیکھ
اے گرفتارِ بلا اپنی گرانجانی بھی دیکھ
خود سبب جس کا بنا تھا وہ پریشانی بھی دیکھ
جامۂ ہستی میں اپنی آج عریانی بھی دیکھ
اے حقیقت بے خبر اسبابِ حیرانی بھی دیکھ

بحرِ عرفانِ فضا میں جزر بھی ہو مد بھی ہو
قلبِ وحدت کو دیکھا ہے فراوانی بھی دیکھ

گاڑھا اور کھدّر

(از افتخار الشعرا منشی مہاراج بہادر صاحب برقؔ دہلوی منشی فاضل مصنف مطلع الانوار)

کھدر میں سادگی کی عجیب آن بان ہے — قائم اسی سے عہد گذشتہ کی شان ہے
پوشش امیر کی ہے غریبوں کی جان ہے — کیسی عجیب چیز یہ گاڑھے کا تھان ہے

پوشاک اہل ہند کو زیباترین ہے یہ
کم خرچ اور ساتھ ہی بالانشین ہے یہ

کھدر کا تار تار صفائی میں فرد ہے — اس کی صفائے مخمل رومی بھی گرد ہے
بازار اس کے دم سے بدیشی کا سرد ہے — پہنو اسے وطن کا اگر دل میں درد ہے

اطلس خجل ہے گاڑھے کی چھینٹ کے سامنے
کمخواب بے فروغ ہے کھدر کے سامنے

تنزیب میں کہاں ہیں جو کھدر میں ہیں صفات — اس میں وہ سادگی ہے کہ سو بانکپن ہیں مات
ارزاں ہے پائدار بری از تکلفات — ہے اہل ہند کیلئے یہ باعث نجات

پہنیں اگر اسے تو رہیں تنگدست کیوں
مزدور و دستکار پھریں فاقہ مست کیوں

کھدر کا زیبِ تن ہو ہمارے اگر لباس — باہر نہ جانے پائے کبھی ہند کی کپاس
بھارت نواسیوں کو ملے نفع بے قیاس — دولت رہے وطن کی پھر اہلِ وطن کے پاس

فاقوں سے خستہ حال نہ کوئی غریب ہو
کپڑا بدن کو پیٹ کو روٹی نصیب ہو

صنعت ہے اہلِ وطن کی کیونکر نہ ہو عزیز — قدر اس کی جانتے ہیں وہی جو ہیں باتمیز
ریشم سے نرم ہے تو ہے ہر طرح سے دبیز — باریک ہیں سمجھتے ہیں یہ کام کی ہے چیز

گرمی میں ہے یہ سرد تو سردی میں گرم ہے
اب بھی ہو ناپسند تو پھر جائے شرم ہے

یارب علائے ہند میں اس کا چلن رہے — قائم جہاں میں شوکت و شانِ کہن رہے
جب تک جئیں بدن پہ لباسِ وطن رہے — مرنے پہ پردہ پوش یہ دیشی کفن رہے
چمکیں نصیب برق جو اس کا رواج ہو — یورپ کے مال کی نہ ہمیں احتیاج ہو

شہیدانِ کاکوری کے گیت

(از شہید کاکوری رام پرشاد بسمل)

سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

رہ رو راہ محبت رہ نہ جانا راہ میں
لذتِ صحرا نوردی دورئ منزل میں ہے

اے شہیدِ ملک و ملت تیرے جذبوں کے نثار
تیری قربانی کا چرچا غیر کی محفل میں ہے

وقت آنے دے بتا دیں گے تجھے اے آسماں
ہم ابھی سے کیا بتائیں کیا ہمارے دل میں ہے

آج مقتل میں یہ قاتل کہہ رہا تھا بار بار
کیا تمنائے شہادت بھی کسی کے دل میں ہے

اب نہ اگلے ولولے ہیں اور نہ ارمانوں کی بھیڑ
ایک مٹ جانے کی حسرت اب دلِ بسمل میں ہے

دیگر!!

مٹ گیا جب مٹنے والا پھر سلام آیا تو کیا
دل کی بربادی کے بعد ان کا پیام آیا تو کیا

کاش اپنی زندگی میں ہم یہ منظر دیکھتے
بر سرِ تربت کوئی محشر خرام آیا تو کیا

مٹ گئیں جب سب امیدیں مٹ گئے سارے خیال
اُس گھڑی گر نامہ بر لیکر پیام آیا تو کیا

اے دلِ ناکام مٹ جا اب تو کوئے یار میں
پھر مری ناکامیوں کے بعد کام آیا تو کیا

آخری شب دید کے قابل تھی بسمل کی تڑپ
صبح دم کوئی اگر بالائے بام آیا تو کیا

قربان گاہِ آزادی

(از مولانا انعام اللہ خاں صاحب ناصر حسن پوری)

مقرر نقشِ جاں ہے جشنِ آزادی کا پیمانہ
یہاں جھکتے ہیں دستار و سرِ بیقدرِ رندانہ

بتاؤں میں تجھے دستورِ قربانگاہ آزادی
اگر دل ہیچ ہے تجھ سے مضطرب و سوزِ پروانہ

وقارِ قوم کی بنیاد ذوقِ سرفروشی ہے
نہیں تکتا زمیں پر نیش لگا ہے یہ کاشانہ

جہاں ہر ایک ذرہ تشنہ خونِ شہیداں ہے
قدم اس سرزمیں پہ تو نے رکھا ہے دلیرانہ

وفا کو شوق کی صف میں کام کیا ارباب حسرت کا
کہاں محفل میں بے شمع کی پاتا ہے پروانہ

طلب میں شوق صادق ہو اگر پیدا تو بن جائے
دل صد چاک زلف شاہد مقصود کا شانہ

لیا جب سر ہتھیلی پر تو فکر عاقبت کیسی ہے
قدم میدان میں رکھا ہے تو رکھ ہمت بھی مردانہ

لاٹ کی کونسل میں پہنچاتی ہے جسکو ممبری

سینکڑوں فتنے پلے آغوش خاک ہند میں
لیکن ان میں تو قیامت ہو گئی ہے لیڈری

وہ زعیم الہند بن جاتا ہے آسانی کیساتھ
پاس کر آتا ہے جو انگلینڈ سے بیرسٹری

قوم کی مسند پہ ہو جاتا ہے وہ جلوہ طراز
لاٹ کی کونسل میں پہنچاتی ہے جسکو ممبری ہے

اس تعبد زار میں ہر شخص ہے کوشش میں یہ
قوم رکھے میرے ہی سر پر کلاہ سروری

ہم نے دیکھے یہ کرشمے تیرے اے دور جدید
خندہ زن ہے جلوہ شمشیر و قلم پر کنگری

کیا تماشہ ہے کہ ہر عطار ہر کاغذ فروش
آج بازار سیاست کا بنا ہے جوہری ہے

زینت افزا رہنماوں کی صف اول میں ہے
وہ جو کل اک روزنامہ کا تھا ادنیٰ دفتری

ایک خطبہ اسکا ہر موضوع پہ تیار ہے
جتنے دور میں چل پہ ڈالی ہے نگاہ سرسری

تین نظمیں جسکی چھپ چکی ہیں کسی اخبار میں
وہ لسان الملک ہے اور اس صدی کا انوری

ہے علمبردار آزادی کا وہ مضموں نگار
جو بزرگان وطن کی کر سکے پردہ دری

ہندی بنو!

(حضرت ہدہد اجتہادی لکھنوی۔ منشی فاضل دبیر کامل)

کیوں شعور زندگی غلامی میں رہے ہندوستاں
جتنے صوبے ہیں بنا سکیں ان سبکا اک مخصوص ہے
رسم ہے ایک شہر کی ایک شہر سے بالکل الگ
کوئی مذہب ہو کہیں کا اور وہاں باقی نہ ہو
آخر ایسے بے تکے پن سے کہاں تک ہو تباہ
دین ہو مخصوص گھر سے اور عبادتگاہ سے
ساریاں باندھا کریں ہندوستانی عورتیں

اتحاد قوم کا جسمیں نہیں کوئی نشاں
اور زباں تو لیا ہونے سے بھی بدتر ہیں یہاں
مذہبوں کا تو یہاں کے ہو نہیں سکتا بیاں
لیکن اسکو بھی گلے لپٹائے ہندوستاں
چھوڑ دیں صدریاں پنجابی ہم سب ایکساں
باہر آنے پر رہے ہندی ہر ایک پیر و جواں
شیروانی مرد پہنیں اور گاندھی ٹوپیاں

یہ لباس ایسا ہے جو اب بے تعصب ملک میں
ہر جگہ دکھلائی دیتا ہے ہمیں جائیں جہاں

ہو زبان ہندوستانی جسکا اُردو نام ہے
رسم خط ہو فارسی بھی اور ہندی بھی یہاں

خط قلم کا فارسی چھاپے کا خط ہندی رہے
تاکہ آپس کا مٹے جھگڑا اب رہیں آسانیاں

مختصر لکھنے میں وہ ٹائپ میں آرام دہ
مسلموں کی یہ نشانی ہندوؤں کا وہ نشاں

اہل یورپ کی طرح سے ہندیوں کے خط ہوں دو
اتحادِ مُسلم و ہندو ہوں دونوں سے عیاں

مذہبی جو ہیں کتابیں اور جو ہوں پیشوا
ماسوا ان کے ہر اک شے ہو ہماری یکساں

لالہ لاجپت رائے کی روح کا پیغام

(از طبع ہند پنڈت راج نرائن ارمان دہلوی ایڈیٹر اخبار ہندو سماچار لاہور)

ہوئی پھر لاجپت رائے کی تازہ یاد ان روزوں
ہوا اک سال جب چھوڑا تھا اُسنے عالم فانی

ہُوا ہے آج پھر اسکی جدائی کا الم تازہ
ہوا بکا فورِ جوشِ غم سے پھر جگر پانی

مسخر وہ ہر اک کے دل کو کرتا تھا جہاں میں
مگر تھا اُسکے بازو پر کوئی نقشِ سلیمانی

اُسے تھی قابلیت اس قدر حاصل سیاست میں
سکھا سکتا تھا وہ شاہوں کو آئینِ جہانبانی

تصور بن رہا ہے اُسکی پھر پرزور تقریریں
نظر میں پھر رہی ہے آج وہ پھر شکل نورانی

ہوئی ہے پھر کشمکش دل میں ہجوم یاس حرماں سے
ترقی پر ہوئے ہیں پھر غم و آلام روحانی

نہیں ہوتا دلوں پر خندۂ گل کا اثر پیدا
نہیں کرتی شمیم دماغ جاں کی مہمانی

نظر آتا نہیں باغِ جہاں میں شادماں کوئی
جو نرگس کو ہے حیرانی تو سنبل کو پریشانی

فلک پر چھا گئی ہیں پھر گھٹائیں رنج و حرماں کی
ہوئی ہے چار سو پھر یاس و حسرت کی فراوانی

ہوئی ہے مادرِ ہندوستاں کی نوحہ خوانی پھر
کری پھر بادِ صرصر نے سراسر خاک افشانی

یکایک یہ امید افزا صدائے غیب آتی ہے
عبث ہے زانوئے حیرت کی یہ سر در گریبانی

نظر آتے نہیں گو لاجپت رائے زمانہ میں
مگر موجود ہے گروہوں پہ انکی روحِ لافانی

دعائیں انکی پیدا ہونگے لاکھوں لاجپت رائے
کرینگے مادرِ ہندوستاں کی وہ نگہبانی۔

وہ روح پاک ہے اسطرح گویا ہند والوں سے
سنو تم غور سے اے ساکنانِ عالمِ فانی۔

کرو گے جہد آئینی اگر تم متفق ہو کر
کرو گے سب اگر خود غرضیوں کی دل سے قربانی

عجب کیا ہے کہ چاک دامن صبح تمنا پھر
کرے خود آکے شام غم کے جامے کی گریبانی

بڑھیگا عظمت گردوں سے بھی اوج وطن اپنا
کریگا ایک عالم تیر ہندوستانی کی دربانی

یہی ہے قول ارماں ہم اگر ہمت کرو ملکر
تو اپنے ساتھ ہی دیکھو گے پھر تائید یزدانی

ترانۂ وطن

(از نتیجۂ فکر رسا۔ حضرت آفتاب پانی پتی)

وطن کو چھوڑ کے جاتے ہیں اب نثار وطن
چلے ہیں مرنے کو غربت میں دل فگار وطن

نہ ہم خیال ہمارا نہ غمگسار کوئی
مگر ہے دل میں نہاں زخم یادگار وطن

لکھا ہے آہ غریبوں کی قسمتوں میں یہ
تمام عمر سہیں رنج دل فگار وطن

خراب حال وطن کا نہ ہو کہیں یارب
ہوئے ہیں نذر بلا آج پاسدار وطن۔

نہیں ہے رحم عدو کی کوئی حاجت
کہ رنج و غم ہیں مصیبت میں سازگار وطن

وطن کے عشق میں تیغ دو دم گلے پہ چلی
چلے بہشت کو ہنس ہنس کے دل فگار وطن

ترے جگر میں عدو درد بھی نہیں اُٹھا
لہو کے اشک بہاتے ہیں بے قرارِ وطن

گلوں کو باغ مبارک ہو گل ہے بلبل کو
مگر ہمیں تو مبارک ہے سبزہ زارِ وطن

راوی کی ہوائیں

از ساغرؔ اکبر آبادی

ہمت راوی سے دل افروز ادائیں آئیں
لے کے آزادی کا پیغام فضائیں آئیں

کانگریس کیمپ پہ آزادی کے بادل اُٹھے
خیر مقدم کو رحمت کی گھٹائیں آئیں

جسم تو کیا ہے جو جانوں کو بھی دیں گی حرکت
ہم کو بیدار بنانے وہ صدائیں آئیں

غیر کی جو کبھی شرمندۂ احسان نہ تھیں
پھر امنگوں پہ وہی اپنی ادائیں آئیں

نذرِ اقبال کی دینے کو دعائیں آئیں
مادرِ ہند کی لینے کو بلائیں آئیں

دورِ ظلمت کا گیا روشنی کا دور آیا
نورِ آزادی کا برسانے شعاعیں آئیں

ہم پہ ہر دم جو جفائیں رہا کرتی تھیں سوا
بخشوانے کو وہی اپنی خطائیں آئیں

جور اور جبر کا ہوتا ہے زمانہ رخصت
ہاتھ باندھے ہوئے دیکھو وہ خزائیں آئیں

جھومتی جھامتی پیغام عمل لاتی ہے
گرمیاں کرتی ہوئی ٹھنڈی ہوائیں آئیں

یکسوئی

ہر ایک سوال سے بیگانہ ہے زباں تیری
خموشیوں سے مگر تیرا راز چھپ نہ سکا
تری نگاہ کسی چیز پر نہیں پڑتی
تری حیات ہے قید حیات سے آزاد
ترا سکوت نہیں آشنائے نام شکست
ترا مکاں ہے ورائے حدود شمس و قمر
ہر ایک ادا ہے تری ایک حال پر قائم
تجھے جمال خداداد پر قناعت ہے

تری نگاہ سے خودداریاں ٹپکتی ہیں
ترے سکوت سے گویائیاں ٹپکتی ہیں
تو بے نیاز غم و انبساط عالم ہے
نہ لب پہ ہے تبسم نہ آنکھ پُر نم ہے
کہاں سے مل گئی یکسوئی حیات تجھے
نہ دن ہے تیرے لئے دن نہ رات رات تجھے
خوشی کسی کی کسی کا الم نہیں تجھ کو
خیال طرۂ پیچ و خم نہیں تجھ کو

تری حیات ہے بیگانۂ نشیب و فراز ——— نہ فکر آج کا تجھ کو نہ خوف فردا کا۔

تفکراتِ دو عالم سے بے نیاز ہے تو
تجھے دماغ نہیں خندہائے بیجا کا!

مستتر ہے موت میں رازِ حیات

(از جناب خلیقی صدیقی سہارنپوری)

قوموں کی دیکھکر بیداریاں ——— دشمنوں پر چل رہی ہیں آریاں
خادمانِ ملک و ملت کے خلاف ——— ننگِ ملت کرتے ہیں تیاریاں!
شیخ جی رجعت پسندی چھوڑیئے ——— تابکے چالاکیاں عیاریاں!
فخر ہو شاید تمہارے واسطے ——— قوم سے مکاریاں غداریاں
ہوتی ہیں ملت فروشوں کو نصیب ——— تا ابد رسوائیاں اور خوبیاں!
سربلندی سرفروشوں کیلئے ——— دار خواہوں کے لئے سرداریاں
غور سے سنئے کہ ہے نکتے کی بات ——— مستتر ہے موت میں رازِ حیات!

وقتِ امتحاں آیا

(از بلدیو مہتر تجلی)

یہ مانا ہم نے تو محکوم ہے بیکس ہے مفلس ہے
مگر خلوت کدہ میں بیٹھ کر رونا ہے نادانی
یہ مانا ہم نے تو مظلوم ہے مقہور ہے لیکن
ترا بیکار رہ کر وقت کو کھونا ہے نادانی

اگر تو چاہتا ہے کہ چھٹ جائے غلامی سے
تو آزادی کے شیدا اٹھ کہ وقتِ امتحاں آیا
بہا دے سب خس و خاشاکِ غفلت نورِ ایماں کی
کہ تیرے در پہ بیداری کا ہے سیلِ رواں آیا

اگر مردِ مجاہد بن کے تو میداں میں آ جائے
وہ طاقت کونسی ہے جو ترے آگے نہ جھک جائے

آزادی کامل !!

(از رضا لدھیانوی بندے ماترم)

آزادی ناکامل لینے پہ نہیں راضی
ہم لوگ تو طالب ہیں آزادی کامل کے

طوفاں بپا کرنا انداز ہمارا ہے
آزادیٔ کامل ہے پیدائشی حق اپنا
بے راہ نما خود ہی منزل پہ پہنچ جائیں

قائل نہیں ہم طرزِ موج لبِ ساحل کے
ہرگز نہ رہینگے ہم پابندِ سلاسل کے
احسان اٹھائیں کیوں خضرِ رہِ منزل کے

بجا بنارجواں ہیں ہم یا برقِ تپاں ہیں ہم
اوسان خطا ہوتے ہیں مدِّمقابل کے

ہوگئے ہیں اپنے گھر میں حیف ہم بے خانماں

ہم نشیں بتلائیں کیا ہم دردِ دل کی داستاں
ایک مدّت سے ہیں جورِ چرخ سے نالہ کناں
تنکے تنکے لے گیا صیّاد چن کر اپنے گھر
اور پتوں کو اڑا کر لے گئی بادِ خزاں
ساکنانِ گلشنِ ہستی مقامِ غور ہے

ہم اسیرو! کچھ رہائی کی بھی اب تدبیر ہو۔
ہیں ہماری بیکسی پر خندہ زن اہل جہاں
کیا کریں ہم رونق باغ جہاں کو کیا کریں
اپنا ہی گلزار ہے جب وقف تاراجِ خزاں
نوجوانان وطن ہمت ذرا درکار ہے
پھر بسانا ہے ہمیں اجڑا ہوا یہ آشیاں

خطاب بہ کساں

چھوڑ بیٹھا علم کو تو گھر جہالت نے کیا
ساری دنیا کے مصائب نے ترا پیچھا کیا
تو نے پھیری پیٹھ اُس سے وہ ہوا تجھ سے جدا
ہائے نادانی نے عالم میں تجھے رسوا کیا

آہ تجھ پر سینکڑوں آلام نازل ہو گئے
تیرہ بختی کے تری سامان حاصل ہو گئے

انقلاب دہر نے سب کچھ نرالا کر دیا

(از کامریڈ یارو)

نوجوانوں نے اندھیرے میں اجالا کر دیا
کانگریس کی شان و شوکت کو دوبالا کر دیا

کیوں ہیں صف آرائے ماتم کاسہ لیسانِ ازل
کس نے خاک آلود ان کا تر نوالہ کر دیا

دورِ کہنہ ہو چکا آغاز ہے عصرِ جدید
انقلابِ دہر نے سب کچھ نرالا کر دیا

اب ہیں سمجھا گاندھی کہتے تھے ہمالہ جائیے
لکھنؤ میں بیٹھ کر گھر میں ہمالہ کر دیا

من و سلویٰ پر گذارہ کرتے تھے چھوٹے میاں
چھوٹے کی تقدیر میں چائے کا پیالہ کر دیا

ہائے وائے کس طرح کیسے ہوتے ملت فروش
کل عرب تھا۔ آج بھارت کا قبالہ کر دیا

لقمہ خوانِ فرنگی ہے عجب زاہد فریب
کھاتے ہی اقبال نے تسبیح کو مالا کر دیا

مسجد و مندر کو چھوڑا اٹھ گئے بادہ فروش
زمزم و گنگا جلی کو مے کا پیالہ کر دیا

تن کو اپریشن تھا دے کر کے یاروں نے اے
شانتی کی تیغ لگا۔ دریا کو نالہ کر دیا

شانتی کے معنے گر سمجھے تو ہم سمجھے یہی
یعنی ہم نے عقل کا بالکل دیوالہ کر دیا

ہم نہ قائل شانتی کے اور نہ کھدر پوش ہیں
"بزدلی" نے ہمکو آہ گورے سے کالا کر دیا

ہے جوانمردی ہی یارو اس غلامی کا علاج
کسمزاریت کو جس نے زیر و بالا کر دیا

غلامی کا طوق اتار پھینکو۔

اثر خامہ جناب مولانا اظہر حسین صاحب زاہدی بی۔ اے۔ رکن ادارت۔ زمیندار لاہور
(از ضمیمہ بزم آزادی نمبر)

نثار ملک یہ ہو جا کہ زندگی ہے یہی
وقارِ قوم کا قائم ہو تو ہے نہ ہے

نگھٹنے پائے کسی طرح آبروئے وطن
نہ کر غم اس کا تری آبرو ہے نہ ہے

اتار پھینک غلامی کا طوق گردن سے
بلا سے اپنی سلامت گلو ہے نہ ہے

جدا کبھی بھی نہ ہو آرزوئے آزادی
دلوں میں اور کوئی آرزو ہے نہ ہے

وطن کے غم میں بہا اشک خوں تو بہتر ہے
تری رگوں میں رواں پھر لہو ہے نہ ہے

جہاں میں چاہیے کچھ تجھکو قوت بازو
نمود شوکت و شان علو ہے نہ ہے

ہندوستانیوں کا گیت

فصیح الشعراء جناب لالہ شگن چند صاحب درشن بی اے (آنرز) ایل۔ایل۔بی۔ایم۔اے ایس لندن

(وکیل پانی پت)

دنیا کو دکھا دیں گے ہم خلد کا نظارہ … پھر ہوگا وطن اپنا تہذیب کا گہوارہ
دیکھینگے نئے جلوے ہم روح کی کلّی کے … کر دینگے فنا تجھ کو اے خواہش امّارہ

چھیڑا ہے جو مطرب نے پھر نغمۂ آزادی … آنکھوں سے رواں آنسو ہیں صورت فوّارہ
کب تک ہمیں رکھیگا اے چرخ ستم پیشہ … سرگشتہ و آوارہ - درماندہ و بیچارہ
شمشیر ستم اپنا کیا نقش مٹائے گی … ہم لینگے جنم بھارت! مر کر ہمیں دوبارہ
پہنچائینگے ہم ٹھنڈک جلتے ہوئے سینوں کو … ہم انکی دوا ہونگے جو قلب ہیں صد پارہ
دل جنکا نہ بھر آئے اوروں کی مصیبت پر … ہے بار زمیں بیشک وہ ہستی ناکارہ

ظلمت کی گھٹا روشن ہو جائیگی صد پارہ
پہنچیگا بلندی پر جب قوم کا سیّارہ

اتحاد!

(از مسٹر منوہر سہائے انوری۔ بی۔ اے)

حالت بہت خراب ہے ہندوستان کی — کچھ فکر چارہ سازیِ بیمار کیجیے
آپس کی کھینچ تان میں کچھ فائدہ نہیں — موقوف روز روز کی تکرار کیجیے
انجام آپ دیکھ چکے اختلاف کا ہے — اب اتحادِ قوم پہ اصرار کیجیے
بیجا ہے یہ کہ فرقہ پرستی کے جوش میں — بے جا مطالبات کی بھرمار کیجیے
ہے اتحاد ہی میں نجات اہلِ ہند کی — اس امرِ واقعی سے نہ انکار کیجیے
ہرگز نہیں ہے ہندو و مسلم میں فرق کچھ — کیوں امتیاز "کافر" و "دیندار" کیجیے

بیدار ہو چکے ہو جبکہ غفلت کے خواب سے
پھر انتظارِ دولتِ بیدار کیجیے؟؟

پولیٹکل ایمان!!

(از ساغر)

کانگرس کو تم جو اپناؤ تو بالا شان ہو — ملک اور ملّت کی گردن پہ بڑا احسان ہو

بارگہ سے اس کی صادر جو کوئی فرمان ہو
وہ تمہارے واسطے پولیٹکل ایمان ہو

فرمان وطن۔ ایمان وطن

(از چودھری سلطان احمد خاں صاحب جام علی گڑھ)

کانگرس کے فیض سے بڑھ جائیگی شان وطن
پھر ہرا ہو جائیگا اجڑا گلستان وطن

اس نے پیدا کر دئے وہ جاں نثاران وطن
دست اعدا سے چھڑا لینگے جو دامان وطن

سوزن تدبیر سے یہ کرتے ہیں بخیہ گری
اب رفو ہو جائیگا چاک گریبان وطن

ہاتھ ڈالے ان پہ دیکھیں کون سا ہے منچلا
یہ ہے دامان وطن۔ وہ ہے گریبان وطن

مادر ہندوستاں کی اب کٹینگی بیڑیاں
آگئے اب تل کے دیکھو جاں نثاران وطن

سارے بھارت میں ہوگا فخر یہ لاہور کو
ہوگا خدام وطن میں عہد و پیمان وطن

ساحل راوی پہ لکھا جائے گا فرمان وہ
ہوگا وہ جان وطن۔ جو ہوگا ایمان وطن

کہیں پیچھے نہ ہٹنا مردِ میدانِ وفا ہو کر!!

(از جناب کنور سری سنگھ صاحب جری لاہور)

اٹھو اے نوجوانو! جوشِ ہمت کی گھٹا ہو کر
جگا دو غافلانِ ہند کو بانگِ درا ہو کر

تمہاری منتظر ہے شوکت و توقیرِ مستقبل
امر ہو جاؤ آزادی بھارت پر فدا ہو کر

بھر آئی ہے تمنا جس کے لئے اس دور میں تم کو
وہ آزادی جو تم سے روٹھ بیٹھی تھی خفا ہو کر

قدم جو بڑھ چکا ہے اور بڑھنا چاہیے آگے
کہیں پیچھے نہ ہٹنا مردِ میدانِ وفا ہو کر

غلط ثابت کر دو یہ قول کچھ لوگ کہتے ہیں
کہ آزادی کا چرچا رہ گیا اک تذکرہ ہو کر

نہ دیں اغیار طعنے عزم کی ناکامیابی کے
کہ کچھ دن کا تماشا تھا ہوا اور رہ گیا ہو کر

یہ جذبہ جو ہوا ہے از سرِ نو ملک میں پیدا
سمجھ لو کچھ نہ کچھ اس کا رہیگا فیصلہ ہو کر

کوئی حد بھی آخر جور و استبداد کی صاحب
کوئی کب تک سہے خاموش مجبورِ جفا ہو کر

طلسمِ سامری کو توڑ ڈالو اپنی قوت سے
سرِ فرعون پر دو ضرب موسیٰ کا عصا ہو کر

بتا دو ہم وہی ہیں جن سے لرزاں سارا عالم تھا
کرو آزاد اب بھارت کو وقفِ معرکہ ہو کر

اگر احساس ہے کچھ تم کو زندانِ غلامی کا
تو زنجیرِ غلامی توڑ دو نکلو رہا ہو کر

نوائے آزادی

از جناب لالہ رام رچھپال سنگھ صاحب شیدا دہلوی

(آزادی نمبر بندے ماترم)

چلی ہے ہند میں ہمدم ہوائے آزادی
بلند ہو ہمکو ہے اب نوائے آزادی

نہیں ہے ایک بھی شے اس سے بڑھ کے قیمتی
بچائے جان بھی گر ہو بہائے آزادی

ہر ایک چیز کو قربان کرنا انسب ہے
ہر ایک شے کو لٹا دو برائے آزادی

کیا ہے قوم فروشوں نے قتل ہائے ہے
وصول کس سے کریں خونبہائے آزادی

لگا دے ڈھیر اگر ساری نعمتوں کا خدا
میں کوئی شے نہ چھونگا ورائے آزادی

اگرچہ کہنے کو ہر شے ہے ہند میں موجود
نہیں نصیب مگر ہمکو ہائے آزادی ہا

لگے وہ آگ کہ پانی جسے بجھا نہ سکے

(از للتا پرشاد صاحب اختر ایڈیٹر ریوتین [illegible])

وطن کے نام پہ ایثار کچھ دکھا نہ سکے
وطن فروش مری ہمتیں بڑھا نہ سکے

مری فغاں مرے نالوں سے کوئے دشمن میں
لگی وہ آگ کہ پانی جسے بجھا نہ سکے
ہماری آہ میں وہ شورشِ قیامت ہے
کہ جسکو سطوتِ اہلِ ستم دبا نہ سکے
وہ اس سے پوچھتے ہیں وجہ بیقراریٔ دل
جو اپنی دردبھری داستاں سُنا نہ سکے

وہ مدعیٔ کرم بن رہے ہیں اے اختر
جو آج تک نہیں شانِ کرم دکھا سکے

ہندوستانیونکی بے دست و پائی

کشتیٔ وطن کی میرے ساحل پہ تو لگا دے
طوفانِ نوح میں بھی یارب تو ناخدا تھا
شمعِ وطن پہ ہوتے پروانہ وار قرباں
اپنی آرزو تھی یہ اپنا مدعا تھا

بے دست و پائے ہم اس سلطنت پہ اختر
آنکھوں نے کیوں کمی کی گر نالا نارسا تھا

ہندی قوم جاگ

از جناب پنڈت وتنشہ پرشاد صاحب فدائی بی اے
(از بندے ماترم آزادی نمبر)

مدتوں سے سو رہی ہے جاگ ہندی قوم جاگ   سینکڑوں دن سونے سے چرخ پیر کو تجھ سے ہے لاگ
آئے دن ہر سمت سے تجھ پر وہ برساتا ہے آگ   جاگ اور تقدیر پر مت چھوڑ اپنی ڈور باگ

اٹھ مسافر کیلئے دنیا میں سونا منع ہے
عاقبت برباد! محوِ خواب ہونا منع ہے

فرق کر سود و زیاں اندک و بسیار دیکھ   ہوش میں آ تیل دیکھ اور تیل والی دھار دیکھ
اپنی غفلت دیکھ غیر اقوام کی رفتار دیکھ   کر نظر اونچی ذرا اِس پار دیکھ اُس پار دیکھ

کیا زمانے دوڑ ہو رہی ہے۔ دیکھ گرد و پیش دیکھ
ہوش کر۔ دنیا کی تاثیرات نوش و نیش دیکھ

فوج کش ہوتے رہے جو ہمیشہ وہ بھی مرد تھے   فرق تھا کہ وہ سرگرم تھے ہم سرد تھے
ہم طلبگارِ کرم تھے۔ اور وہ بیدرد تھے   بزم میں یکتا تھے ہم اور رزم میں وہ فرد تھے

ہم سمجھتے تھے کہ وہ بھی بڑھ ہی کار دیتے ہیں
فرق اتنا ہے کہ ہم چھاؤں ہیں اور وہ دھوپ ہیں

آہ اس بد ذات نے بیکار ہم کو کر دیا — آہ عہد چرخ ناہنجار ہمسکو کر دیا
عاقبت سے بر سر پیکار ہمسکو کر دیا — آخرش جینے سے بھی بیزار ہم کو کر دیا

گاڈ یہ سمجھے کہ دھوکہ ہے نظر کا سب جہاں
بے حقیقت اور متھیا ہیں زمین و آسماں

ہو گیا اس طرح ہم سے دور میدان عمل — آ گیا پھر جلد ہی معیار قومی میں خلل
چرخ نے بھی طور اور تیور سے اپنے بدل — فاتحوں کے وار آخر ہو گئے پیک اجل

رفتہ رفتہ غیر قوموں کا تسلط ہو گیا
آپ بھی سو گئے نصیبہ بھی ہمارا سو گیا

ہے بہت لمبی ہماری رنج و غم کی داستاں — وقت کے سینے سے مٹ سکتا نہیں اسکا نشاں
لرزہ بر اندام ہیں سب قدسیان آسماں — صورت تصویر رہ جاتا ہے ہر رنگیں بیاں
ہند کی تاریخ ہے تاریخ خون آرزو — ذکر کرتے ہی بدن کا سوکھ جاتا ہے لہو

مسلک آزادی

از خامہ حضرت محمود اسرائیلی

(از بندے ماترم آزادی نمبر)

مرے شیون میں اتنا تو اثر اے کبریا کر دے
کہ صرف اک جنبشِ لب ہی مری محشر بپا کر دے

قفس میں تو نہ دیکھوں فصلِ گل کی آتش افشانی
مری موجِ نفس کو شعلۂ آتش فزا کر دے

یہی ہستی ہے گر ایسی تو اس سے نیستی اچھی
رہوں حرفِ غلط کی طرح کیوں مجھ کو فنا کر دے

یہ وہ منزل ہے جسکو بُعد ہے تفریقِ نسلی سے
یہ وہ مسلک ہے جو شاہوں کو ہمرنگِ گدا کر دے

ہوئے ہم لذتِ ذوقِ طلب سے ایسے بیگانہ
کوئی گوہر بھی دے ہمکو تو قلزم سے اٹھا کر دے

ہمارے دل ہی میں جب تک رہے احساسِ آزادی
تو کوئی کیوں ہمیں بندِ غلامی سے رہا کر دے

سکونِ بیخودی سے اضطرابِ درد اچھا ہے
کہ یہ احساس ہی ہستی سے شاید آشنا کر دے

بہار آجائے پھر محمود گلزارِ تمنا میں
اگر تو اپنے دل کو منبعِ مہر و وفا کر دے

اسیرانِ وطن کی یادیں

(از جناب ابوالمعانی مولانا اختر شیروانی الافغانی ایڈیٹر رسالہ بہارستان لاہور)

(بندے ماترم کے آزادی نمبر سے)

خالی جائیگی نہ فریادِ پریشانِ وطن
رنگ لائیگا کبھی خونِ جوانانِ وطن

آہ اے گردشِ ایام کہ چوروں کی جگہ
ہیں عزیزانِ وطن، قیدیِ زندانِ وطن

اب تو جھکنا ہی پڑیگا تجھے او پیرِ فلک
ملک کے نام پہ اٹھے ہیں جوانانِ وطن

وا تُنے خونِ جگر سے اُسے سیراب کیا
تشنۂ خوں تھی خاکِ چمنستانِ وطن

دیکھیں دت اور بھگت کی صورت کب تک
ہونگے پامالِ خزاں سنبل و ریحانِ وطن

تم پہ ہے فخر ہمیں گاندھی و نہرو سے سوا
اے عزیزانِ وطن! مایۂ ایمانِ وطن

تیغِ قاتل کا بھلا ہو کہ ہر ایک گوشے میں
ہیں نئے آباد کئے گنجِ شہیدانِ وطن

امتحانِ حوصلۂ دل کا نہ لے تو قاتل
سرفروشی کو ہیں آمادہ جوانانِ وطن

دور زندان سے ہی پر تم سے نہیں دور اختر
اے اسیرانِ وطن! اے شانِ وطن جانِ وطن

عاشق اپنویں آزادی دے ہس ہس پھانسی چڑھدے

یہ وہ ہنگامہ خیز نظم ہے۔ جو کانگریس کے کھلے اجلاس میں سکاوٹ ڈرامیٹک کلب امرتسر کی طرف سے سنائی گئی ہے

ذرا بھی لگن آزادی دی لگ گئی جنہاں دے من دے وچ
اوہ مجنوں وانگ پھردے نے ہر صحرا ہر بن دے وچ
دن نوں چین قرار کدے نہ رات نوں دی وہ لیندے نے
اُبڑ واہے نیندر دے وچ اُٹھ اُٹھ کے اوہ بہندے نے
جس ویلے دی دیکھو لوؤں اِنہاں غوطیاں دے وچ بہندے نے
حاصل کویں آزادی نوں کریئے اسی من دے وچ
جیوں پروانے شمع دے اُتے ترِ ترِ کے سڑدے نے
عاشق اپنویں آزادی دے ہس ہس پھانسی چڑھدے
کسے ویلے دی دیکھ لوؤ نہ موت کولوں اوہ ڈردے نے

رکھ دینے نے سر اپنے نوں جا مشین گن دے وچ

ملک پچھے جس نے جند وتی اوہ مویا نہیں زندہ اے

اس دی اس قربانی کولوں یورپ بھی شرمندہ اے

اُس دی یاد کولوں نہیں غافل کرئی ہندی باشندہ اے

گھر کیتا وہدی اُلفت نے ہر اک تن بدن دے وچ

واس نے واس ملک وا اپنا دسیا سب نوں کھول کے

ملک پچھے اس نے جند وتی کوہی اپنی رد ل کے

آوہ سردار شہید ان ہویا دیکھو ورقے پھول کے

نام اوہدے تے رحمت برسے جیوں بارش ساون دے وچ

دیگر

قوم کے واسطے کٹ جائے وہ سر رکھتے ہیں ۔ جنہیں ہے حب وطن کا وہ جگر رکھتے ہیں

تو نے ظالم جو کمر ظلم وستم پر باندھی ۔ ہم بھی نالوں میں شرار و نئے اثر رکھتے ہیں

سر عدو کا جو قلم دینگے پل کے پل میں ۔ اپنے ہاتھوں میں ہم تیغ و تبر رکھتے ہیں

دیگر

بھارت کو غلامی سے آزاد کرا دیں گے
اس طرز حکومت کو ہم مل کے مٹا دیں گے

سردار بھگت سنگھ کا کر دیں گے مشن پورا
اور دت جی کے چرنوں میں سر اپنا جھکا دینگے

ہمت جو کرو ملکے اے ہندو مسلمانوں!
ہمکو جو مٹاتے ہیں ہم انکو مٹا دیں گے

ڈنڈوں سے ڈراتے ہو کیوں ہمکو پولیس والو
آزادی کی خاطر ہم سر اپنا کٹا دیں گے

یہ کہدو حکومت سے کہ ظلم کئے جاؤ!
ہم ظلم و ظالم کی ہستی کو مٹا دیں گے

دیگر

قوم کے خادم کی ہے جاگیر بندے ماترم
ہے وطن کے واسطے اکسیر بندے ماترم

کس طرح بھولوں اسے ہیں جبکہ قسمت میں مری
ہو چکا ہو ورق میں تحریر بندے ماترم

سنتری بھی مضطرب ہو جبکہ ہر جھنکار میں
جھومتی ہے جیل میں زنجیر بندے ماترم

سرزمیں انگلینڈ کی ہل جائیگی اک روز میں
گر دیکھائیگا کبھی تاثیر بندے ماترم

اٹھیں بگولے قہر کے اور بجلی بھی کڑکا کرے
چلتی رہیگی یہ زباں کہتا ہوں بندے ماترم

خنجر بکف دشمن مرا سر پہ مرے ہووے کھڑا
نکلیگا میرے منہ سے ہاں کہتا ہوں بندے ماترم

ہاتھوں میں ہوئے ہتھکڑی پاؤں میں بیڑی پڑی
کلمہ زباں پر ہو رواں کہتا ہوں بندے ماترم

دیگر

تیری ظالم کی ہستی کو اے ظالم مٹا دینگے
زباں سے جو کہا لینگے ہم وہ کر کے دکھا دینگے

بھڑک اٹھیگی جب سینہ کی دبی آتش
تو ہم اک سرد آہ بھر کر تجھے ظالم جلا دینگے

ہماری آہ و نالاں کو تم بے سود مت سمجھو
جو ہم رونے پہ آئینگے تو دریا ہی بہا دینگے

ہمارے سامنے ہستی ہے کیا ان جیل خانوں کی
وطن کے واسطے ہم دار پر چڑھ کر دکھا دینگے

ہماری فاقہ مستی کچھ نہ کچھ رنگ لا کے چھوڑیگی
نشاں تیرا مٹا دینگے تجھے جو بددعا دینگے

بھگت سنگھ اور دت قومی پروانے ہیں نہ ڈائیں
ہم انکے واسطے سب مال و زر اپنا لٹا دینگے

کچھ ایسیں راز تعادت سے جو خاموش بیٹھے تھے
ہم اب نے یہ آئیں ہیں سو کچھ کر کے دکھا دینگے

اگر کچھ بھینٹ آزادی کی دیوی ہم سے مانگینگی
سمجھ کر ہم رہے قسمت سب اپنے سر چڑھا دینگے

نہیں منظور اب عزت ہمیں سرمایہ داروں کی
بنا کر بادشاہ کیرتی کو ہم مسند پر بٹھا دینگے!!

زندہ پائیں اگر زندہ دنیا کو دکھا دیں گے
مشرق کا پھر لیکر مغرب سے ملا دیں گے

ہم سینہ ہستی ہیں انگارہ ہیں انگارہ
شعلے بھڑک اٹھینگے جھونکے جو ہوا دیں گے

مزدور ہوں دہقاں ہوں ہندو ہوں مسلماں ہوں
سب ایک تو ہو جاؤ پھر انکو دکھا دیں گے

ہم کون ہیں ہم کیا ہیں ہم کچھ بھی نہیں لیکن
وقت آنے دو وقت آنے پر پھر انکو دکھا دیں گے

مزدور کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی وہ ابھرینگے جتنا کہ دبا دیں گے

مزدور کے نالوں سے آتش بھڑک اٹھیگی
جلتے ہوئے پانی میں ہم آگ لگا دیں گے

تاریکیٔ غفلت میں ہیں جو کہ پڑے سوتے
یہ نظم صفی پڑھکر ہم انکو جگا دیں گے

یدی دیش ہت مرنا پڑے مجھکو سہسروں بار بھی
تو بھی نہ میں اس کشٹ کو نج دھیان میں لاؤں کبھی

ہے ایش بھارت ورش میں شت بار میرا جنم ہو
کارن سدا ہی مرتیو کا دیشوپکارک کرم ہو

مرتے بسمل روشن لہری اشفاق اتیاچار سے
ہونگے پیدا سینکڑوں انکی رودھر کی دھار سے

ان کے پربل ادیوگ سے اُدھار ہوگا دیش کا
تب ناش ہوگا سروتھا دکھ شوک کے لولیش کا

کچھ آرزو نہیں ہے ۔ ہے آرزو تو یہ ہے
اے پختہ کارِ الفت ہوشیار ڈگ نہ جانا
موت اور زندگی ہے دنیا کا سب تماشا
افسوس کیوں نہیں ہے وہ روح اب وطن میں
صیاد ظلم پیشہ آیا ہے جب سے حسرت

رکھ دے کوئی ذرا سی خاکِ وطن کفن میں
معراج عاشقاں ہے اس دار و رسن میں
فرمان کرشن کا تھا ارجن کو بیچ رن میں
جسنے ہلا دیا تھا دنیا کو ایک پل میں
ہیں بلبلیں قفس میں زاغ و زغن چمن میں

نہ کوئی انگلش نہ کوئی جرمن نہ رشین نہ کوئی ترکی
جسے فنا وہ سمجھ رہے ہیں ۔ بقا کا ہے راز اس میں مضمر
خاموش حسرت خاموش حسرت اگر ہے جذبہ وطن کا دل میں

مٹانے والے ہیں اپنے ہندی جو آج ہم کو مٹا رہے ہیں
نہیں مٹانے سے مٹ سکیں گے جو لاکھ ہم کو مٹا رہے ہیں
سزا کو بھگتیں گے اپنی بیشک جو آج ہم کو ستا رہے ہیں

بزدلوں کو ہی سدا موت سے ڈرتے دیکھا
موت سے دیر کو ہم نے نہیں ڈرتے دیکھا
موت ایک بار جب آتی ہے تو ڈرنا کیا ہے

گو کہ سو بار نہیں روز ہی مرتے دیکھا
تختۂ موت پہ بھی کھیل ہی کرتے دیکھا
ہم سدا کھیل ہی سمجھا کئے مرنا کیا ہے

وطن ہمیشہ رہے شادکام اور آزاد
ہمارا کیا ہے اگر ہم رہے رہے نہ رہے

نعرائے غم !!

دیش کی خاطر میری دنیا میں یہ تعبیر رہے
ہاتھ میں ہو ہتھکڑی پیروں پڑی زنجیر ہو

سولی ملے پھانسی ملے یا اور کوئی تدبیر ہو
پیٹ میں خنجر دودھارا یا جگر میں تیر ہو

موت کی رکھی ہوئی آگے میرے تصویر ہو
اور گردن پر دھری جلاد نے شمشیر ہو

خاص کر میرے لئے دوزخ بنا تعمیر ہو
الغرض جو کچھ ہو ممکن وہ مری تحقیر ہو

ہاں بھیانک سے بھیانک بھی میرا آخیر ہو
دیش کی سیوا ہو لیکن اک مری تقصیر ہو

میں کہونگا پھر بھی اپنے دیش کا شیدا ہوں میں
پھر کرونگا کام دنیا کا اگر پیدا ہوں میں

پوچھتے کیا ہو کہ کیا ارماں ہمارے دل میں ہیں
پھر وطن کی یاد بھی آہ دلِ بسمل میں ہیں

ساکنانِ باغِ عالم سب ہائی باپکگے
ایک ہم آفت کے مارے قید کی مشکل میں ہیں

دیش والو دامنِ ہمت کبھی چھوڑو نہیں
امتحانِ عشق کی ہم پہلی ہی منزل میں ہیں

آہ ہی پہنچے گی کنارے کشتی بھارت کبھی ۔۔۔ کوئی دم میں دیکھنا ہم دامن ساحل میں ہیں

دیگر

دیکھیں غلام قوم میں ملک کے کام آئے کون ۔۔۔ ماتا پڑی ہے قید میں آ کر اسے چھڑائے کون
بوس سا غمگسار کون شاہ سا شہسوار کون ۔۔۔ ہے کہاں فوجدار قوم آ کر اسے بچائے کون
اشفاق جیسا وہ بشر وہ اوسکے ہمسفر ہاں کون ۔۔۔ معلوم نہیں گئے کدھر ڈھونڈ کے ہم تم لائے کون
لہری سا منچلا ہے کون روشن سا دل جلا ہے کون ۔۔۔ بسمل سا باولا ہے کون بازی جان لگائے کون

بھگت سا اب بشر ہے کون دت سا ہے دلیر کون
داس سا شیر نر ہے کون ماں کو سپر بنائے کون

وطن کے عاشق وطن کی آتش میں ہستی کو مٹا رہے ہیں ۔۔۔ وطن کی مٹی میں مٹی ہو کر شجر آزادی لگا رہے ہیں
شمع آزادی کی جل رہی ہے شہید پروانہ وار ہونا ۔۔۔ وطن پہ جانیں جو دے چکے ہیں سورگ کا رستہ دکھا رہے ہیں
ہے سوچ کیا اب کرو تیاری ان میں جانیں بہت چلی ہیں ۔۔۔ وطن کے شیدا وطن کی خاطر کفن کو سر پر سجا رہے ہیں
ہیں تیغ بیدردی سے کاٹے جاتے جو نوجوانوں کے سر ظلم سے ۔۔۔ ہے جرم انکا فقط یہی اک کہ گیت قومی وہ گا رہے ہیں
یہ خون شہیدوں کا رنگ لائیگا قہر یاد رکھنا ۔۔۔ جو ہستی قوم ہی کی ہستی مٹا مٹا کر بنا رہے ہیں

55

اے فرنگی

ایک لعنت ہے زمانے کیلئے ہستی تری

(مسٹر روشن خیال کے قلم سے)

اے فرنگی تجھ کو آیا ہے کبھی اسکا خیال؟
ایک لعنت ہے تری ہستی زمانے کے لئے

ایک لعنت ہے زمانے کے لیے ہستی تری
آہ! تو ہے نت نئے فتنے اٹھانے کے لئے

آہ! تو نے سوچ لے ظالم کئے ہیں کسقدر
ظلم آزادی کے جذبے کو دبانے کے لئے

ہاں بھلے وقتوں میں جو استعمال ہوتی تھی تیغ
ظالموں سے ناتوانوں کو بچانے کے لئے

رہ گئی ہے اے ستمگر آکے تیرے ہاتھ میں
ندیاں اپنے خون ناحق کی بہانے کے لئے

جو رہے پیشہ ترا شیوہ ہے سفاکی ترا
خوب کیر کٹر ہے تو خونیں فسانے کے لئے

مختلف ہیں اُن سے اے ظالم ترے کھانے کے دانت
دانت رکھ چھوڑے ہیں جو تو نے دکھانے کے لئے

ملک گیری کی ہوس بیتاب رکھ دل میں ہی
دن کو بیکل رات کو بے خواب رکھتی ہے تجھے

متفرق اشعار

سوکھ جائے نہ کہیں پودا یہ آزادی کا
خون سے اپنے اسے اسلیئے تر کرتے ہیں

ذبح ہونا چاہتے ہیں ہم شہیدوں کی طرح
پیٹ میں جنکے گھسی جنہی ... چھری تلوار ہے

پہن کر وہ چوڑیاں گھر میں رہیں ؛ ؛ ؛
جیل کا خطرہ ہے جنکو اور ڈر ہے وار کا

بھائی ہے بھائی کا دشمن بہتر دشمن باہر کا
اب زمانہ ہے یہی ہو بہتر دشمن یار کا ؛ ؛

اب ہنسی دھرم کو گرہن کرو اور اپنے سدھ جاگرو
کیا فکر کرو تم اوروں کا پہلے اپنا ادّھار کرو

اس قوم کی کچھ امید نہیں جس سوارتھ کی ندرا سوتی ہے
بن چال چلن کے ترقی بھی دو چار دنوں کی ہوتی ہے

بڑا کوئی نہیں ہوتا کبھی بازو کی طاقت سے
ترقی جسنے کی ہے اُس نے کی اپنی شرافت سے

تمہیں گر مان سے جینا ہے اور عزت سے مرنا ہے
اگر قوم اور جاتی کا تمہیں اُدّھار کرنا ہے

تو اسکا مول منتر ایک ہو جانا ہے آپس میں
جسے کہتے ہیں سچا پریم دکھلانا ہے آپس میں

ہندو مسلم دونو ملکر جب دویش بہا دینگے
سوراج ملیگا بھارت کو تب بھاگ ہند کے جاگینگے

فوجیں بھی ہماری ہیں پولیس بھی ہماری ہے
آنے دو کوئی موقعہ موقعہ پر دکھا دیں گے

انقلاب زندہ باد

نوٹ۔ کتاب کے سرورق کے جھنڈے میں ہاتھ سے رنگ اسلیئے بھرا گیا ہے کہ رنگین چھپائی [illegible] میں کتاب ۲۶ فروری یوم آزادی کو شائع ہونی مشکل تھی۔

57

کیونکہ آپ کے شہر جگادھری

آپ لوگوں کی زیر سایہ انگریزی

رنگین سادا پھول دار تصویر دنت

کر رہا ہے مگر وہ لوگ جنکی تجارت بغیر اشتہار

اسطرف بالکل غور نہیں دیتے کیونکہ وہ اشتہار کے فوائد کو اچھی طرح

لیں کہ انگلینڈ جاپان کی چیزیں جو ہم لوگ آج روزانہ

ہیں۔ وہ آج تک صرف اشتہار بازی ہی کی بدولت پہنچی ہیں

ان چیزوں کو خواب میں بھی بالکل نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اشتہ

کی مثالیں ویسے تو آپ کے شہر میں کئی ہیں۔ جنکو آپ بخوبی جانتے

ہیں۔ مگر ایک نئی مثال یہ ہے۔ کہ انڈین واشنگ پوڈر

58

بدولت صرف

امرت سر تک

اس طرف نہ جانے

اگر کچھ روپیہ کمانا چاہتے ہو تو !!

دنیا میں کوئی ترکیب روپیہ کمانے

کی مثالیں آپ لوگوں کے سامنے

امید کرتا ہوں کہ آپ لوگ اس سے فائدہ

ہوئے ضرور آج سے ہی اشتہار بازی شروع

ئے :-

مشتہر

منیجر دی کرشنا پرنٹنگ پریس جگادھری